

سردہاتھ

تحریر: رائے شاہد منیر۔ خانیوال



روپ میں اپنے گھر آئے گا اور پھر زوار خان بہنوں سے ملنے کے بعد ماں کی جانب بڑھتا تو زینت نے اپنا رخ بدل لیا امی جان۔ بیٹے۔۔۔ زینت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں بیٹے زینت کی آواز کانپ رہی تھی تم نہیں جانتے کہ ہم نے تمہارے بغیر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ کس کس سولی پر گزارا ہے تم نہیں جانتے کہ ہم نے تمہاری غیر موجودگی میں کیسے بکھوڑا اور مصائب کا سامنا کرایا بیٹے۔ بیٹا تم نے جو ظلم کیا ہے۔ تم نے ایک عورت کی خاطر ہمیں کس کس عذاب میں مبتلا کیا ہے زوار خان تم نہیں جانتے کہ نیلو فر کے بھائی اور چچا زاد بھائی نے نبھانے لگی مرتبہ ہمارے گھر مارنے کی کوشش کی ہے زوار خان کیا تم اتنے بے غیرت ہو گئے تھے کہ تمہیں اپنی بہنوں کا بھی احساس نہیں رہا کہ کل کوئی اور زوار خان تمہاری طرح تمہاری بہنوں کی عصمت کو پامال کر سکتا ہے زوار خان تم نے وہ قدم اٹھایا ہے جس نے ہمیں کہیں کا بھی نہ رکھا۔ گئے رشتے ہمارا ساتھ چھوڑ گئے انہوں نے ہم سے ہر قسم کا تعلق توڑ لیا ہر قسم کا رشتہ منقطع کر لیا اور دنیا کو موقع مل گیا باتیں بنانے کا۔ اور بھلا ہو رؤف خان کا جس نے قدم قدم پر ہماری حفاظت کی۔ وہ غیر خون تھا لیکن اپنا خون اتنا بے غیرت۔۔۔۔۔ امی جان زوار خان کی بہت جواب دے گئی امی جان وہ چیخا۔ امی جان میں بے تصور ہوں اور آپ لوگوں کی طرح بالکل اندھیرے میں ہوں میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے نیلی سے محبت کی ہے لیکن میں اتنا بے غیرت نہیں تھا کہ میں اسکی عزت کو پامال کرتا۔ میری نظروں میں آج بھی مجھے اسی چمن کی طرح نظر آتی ہے اور اگر اس کے باوجود آپ کو میری زبان پر اعتبار نہیں ہے تو زوار خان نے اچانک پیچھے مڑ کر بھی کو پکڑا اور ماں کے سامنے کر دیا۔ امی جان زوار خان کرب سے چیخا۔ امی جان مجھے اپنی بہن کی قسم مجھے بہن کی عزت کی قسم میں بے گناہ ہوں۔ میں بے گناہ ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اٹھ پڑا۔ اور پھر زوار خان ماں کے سامنے ماں کو اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہا تھا تو غزالہ گھر سے نکل گئی اور پھر جب واپس آئی تو اس کے ساتھ رؤف خان بھی تھا اس نے زوار خان کو دیکھا کہا مردہ بھی زندہ ہو سکتا ہے اس کے حلق سے ایک چیخ ابھری اور پھر دوسرے لئے وہ زوار خان کو اپنے گلے لگا چکا تھا ماں اپنے بیٹے کی بے گناہی کا یقین کر چکی تھی پانچویں دفعہ اس نے بیٹے کو گلے لگایا امی جان زوار خان واپس مڑا وہ بظاہر ماں سے باتیں کر رہا تھا لیکن اس کا مخاطب رؤف خان تھا بھیما میں رات اندھیرے میں آیا ہوں اور اندھیرے میں ہی واپس جانا چاہتا ہوں۔ اب میری زندگی کا واحد مقصد ہی نیلی کے

لیٹرے کو تلاش کرنا ہے خدا حافظ۔ وہ باری باری بہنوں سے ملا اور ماں سے ملنے کے بعد رؤف خان کے ہمر او گھر سے نکل گیا اور ہمیں اپنے بھائی کو الوداع کرنے کی غرض سے بیرونی دروازے تک آئیں اور پھر جب ان کا بھائی اندھیرے میں گم ہو گیا تو واپس مڑیں تو ان کی نظر ایک بیک پر پڑی غزالہ نے بیک اٹھایا اور پھر ڈھڑکتے دل کے ساتھ بیک کھولا اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں وہ خوبصورت سوٹ تھا اور سوٹ کے کونے کے ساتھ ایک چٹ لگی ہوئی تھی وہ سوٹ بھی کا تھا اور پھر جب سوٹ کو کھولا گیا تو انہیں ایک لافافہ تھا اور پھر لافافہ کو بھاڑا گیا تو ہزار ہزار کے تین نو بستر پر گر پڑے اور بھی نے ان گفت جذباتوں اور ہزاروں خوشیوں کے ساتھ وہ نوٹ اٹھالے پھر دوسرا سوٹ کو کھولا گیا تو انہیں بھی لافافہ تھا سوٹ زہرا کا تھا اور تین ہزار کے نوٹ زہرا کی ملکیت تھے ایک سوٹ غزالہ اور ماں کے لیے تھا اور دونوں سوٹوں کے ساتھ تین تین ہزار روپے کی چٹ لگی ہوئی تھی اور پھر کپڑوں کے بعد غزالہ نے ایک ڈبہ نکالا تو ان کی آنکھیں حیرت سی پھٹ پڑیں وہ ایک بار تھا جو کہ بھی کے لیے تھا اور آنکھوں کی زہرا کے لیے تھی اور سونے کے لنگن غزالہ کے لیے تھے اور آخر میں سوٹ اور گھڑی رؤف کے لیے تھا اور اسی وقت زہرا اور غزالہ رؤف خان کے گھر پہنچی اور خوشی سے کانپتے ہوئے وہ سوٹ اور گھڑی رؤف خان کو دی اور اپنا بار غزالہ نے زبردستی رؤف خان کی ماں کے گلے میں ڈال دیا اور جمال احمد اپنے دوستوں کو سلام کا جواب دیتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھا جس میں ایک بڑا کمرہ تھا جب کہ کمرے میں جیل کے سپرٹینڈنٹ سجاد احمد ایک مجرم کی فائل کو دیکھ رہے تھے پاؤں کی آہٹ پا کر انہوں نے سر اٹھایا جمال احمد نے کہا افسوس ہے کہ تم نے اپنی زندگی کے بہترین دن جیل کی اتنی سلاخوں کے پیچھے گزارے جمال احمد یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ جس انسان کو لوٹنے کے بعد شدید زخمی کر دیا تھا اور پھر ہمیں شب میں گرفتار کیا تھا اب اس قاتل اور ڈاکو نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے اور ہمیں آزادی کا تحفہ۔ سر جمال احمد نے بات کاٹ دی کیا آپ اس قاتل کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ کہاں ہے نہیں اب وقت پیچھے نہیں مڑ سکتا سجاد احمد نے لہجے میں شفقت بھی اور نہ ہی تمہیں اس قاتل سے ملنا چاہیے جاؤ اب تم آزاد ہو۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا جمال احمد جرم بھی نہ کرنا اور نہ ہی جرم کرنے والوں کا ساتھی بننا۔ ورنہ جیل ہمیشہ کے لیے تمہاری زندگی کو سلب کرے گی۔

آج مسلسل تیسرا روز تھا کہ میں شہر کے مختلف قبرستان چھانٹتا پھر رہا تھا جس چیز کی مجھے ضرورت تھی وہ کسی قدیم قبرستان میں ہی ہونی چاہی۔ تقریباً چار پانچ قبرستان دیکھنے کے بعد بھی مجھے پانچ سو سال پرانی قبر نہ ملی۔ ابھی مجھے کوئی حادثاتی واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یہ ایک مصیبت تھی جو میرے گلے میں پھنس گئی تھی۔ اصل میں یہ مصیبت میں نے خود ہی اپنے گلے میں ڈالی تھی یعنی ”آئیل مجھے مار“۔

حقیقت یہ تھی کہ میرا ایک نہایت قریبی دوست انتہائی تکلیف میں تھا یہ نہ صرف میرا قریبی رشتہ دار تھا بلکہ میں اسے بھائیوں کی طرح چاہتا تھا۔ اس کا خیال رکھتا تھا اس پر کالا جادو ہوا تھا میں ہی اسکی بھلائی کے لئے ایک کالے علم کے مار جادوگر کو بلا لایا تھا۔ پہلے تو وہ کسی نامانوس زبان میں کچھ بڑ بڑاتا رہا پھر گھور کر میری طرف دیکھا اور مجھے ایسی چیز کے حصول کے لئے کہا کہ میں لرز کر رہ گیا، خوف زدہ ہو گیا۔ میں بے ہوش ہوتے ہوتے بچا دراصل میں بچپن سے ہی بزدل واقع ہوا تھا۔ اپنے دوست کی زندگی بچانے کے لئے میں نے اسی شے کے حصول کے لئے نہ صرف ہاں کر دی بلکہ مہم پر روانہ ہو گیا لیکن اتنے قبرستان دیکھنے کے باوجود مجھے پانچ سو سالہ پرانی قبر نہ ملی، تو پانچ سو سال پرانی کھوپڑی کیسے مل سکتی تھی؟

اصل میں اس جادوگر نے مجھے پانچ سو سال پرانی قبر کی کھوپڑی لانے کو کہا تھا میں نے ہاں تو کر دی تھی لیکن اس وقت جبکہ ٹھنڈی ہوئی رات تھی مجھے بے حد خوف محسوس ہو رہا تھا اس قبرستان میں ایک ہزار کے قریب قبریں تھیں درختوں کی کثرت اس حد تک تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے رینگنا پڑتا تھا اور ظاہر ہے قبروں کے اوپر ہی سے گزرتا پڑتا تھا میں غمناک ہو کر بیٹھا تھا میں نے اب تک بہت زیادہ وقت گورکن کو ڈھونڈنے میں لگا رکھا تھا کہ میں اس سے معلومات حاصل کرتا لیکن شاید اس خوفناک قبرستان میں گورکن تھا ہی نہیں بھی تو اس کی جھونپڑی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اچانک الو کے چیخنے کی آواز سن کر میرا دل دھڑکنے لگا وہ الو میرے سامنے کے درخت کی چوٹی پر بیٹھا اپنی موٹی موٹی خون جھیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے اس انداز پر میں خوف سے بھر بھری لے گیا۔ یا اللہ مجھے اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔ میرے منہ سے دعائیں کلمات بلند ہوئے چند لمحوں بعد میں بوجھل اور تھکے ہوئے قدموں سے اٹھا میں مزید قبرستان دیکھنا چاہتا تھا اور میں رینگتا ہوا ایک قبر سے دوسری

قبر پر سے گزرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ایسی قبر سے گزرا جو آدمی پھنی ہوئی تھی میرے خوف زدہ وجود میں مزید خوف کی گہریں دوڑنے لگیں۔ سردی بھی بہت زیادہ تھی میں نے اس قبر سے گزرنے کے لئے جلدی کی تو اچانک قبر کے پچھے ہوئے حصے میں میری ٹانگ پھنس گئی۔ میرے منہ سے بھیا نک اور دردناک چیخ بلند ہوئی جس نے درختوں پر بیٹھے ہوئے بد صورت الو بھی اڑا دیے اور پانچ چھ الو ایک دائرے کی صورت میں میرے سر پر چکر لگاتے لگے۔ میں قبر کے اوپر بیٹھا تھا بڑی مشکل سے میں نے اپنی ٹانگ قبر میں سے لٹائی جو نئی میری ٹانگ نکل الو بھی چلے گئے اب مجھ میں مزید حوصلہ نہ تھا میں صبح ہونے کی دعا میں مانگ رہا تھا لیکن اس منحوس قبر سے بھی دور جانا تھا نہ جانے کیسا مردہ اس کے اندر تھا خیر میں رینگتا گیا اب میں اس قبر سے چالیس گز کے فاصلے پر تھا لیکن پھر بھی خوف بے انتہا تھا۔ یہ پہلی رات تھی جو میں نے کسی قبرستان میں گزاری تھی۔ اچانک میں ایک گہرے کھڈے میں منہ کے بل گر اور میرے منہ سے چیخوں کا لا متناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ میری چیخوں کے ساتھ کسی کے قہقہے بھی شروع ہو گئے میرا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آجائے گا غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ قہقہے اسی گڑھے سے آرہے ہیں جس میں اس وقت میں تھا۔ مزید یہ انکشاف ہوا کہ یہ گڑھا ایک کھدی ہوئی قبر ہے میری حالت کیا تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں صحت جو نئی میں نے اپنے دائیں جانب دیکھا خوف سے میری بندھی بندھی۔ میری آنکھوں کے سامنے زمانے بھر کا خوف اٹھ آیا۔ میرے خوف زدہ حلق سے آواز نکلتی تھی میرے دائیں طرف ایک کفن پوش مردہ لیٹا تھا اور قہقہے مسلسل اسی کے منہ سے خارج ہو رہے تھے۔ ز، ز، زندہ، لاش، نوٹے پھولے کلمات میں نے بمشکل ادا کئے، میں بھاگنے لگا کہ اس کے استخوانی ہاتھ کی گرفت میرے بازو کے گرد لپٹ گئی، گرفت انتہائی مضبوط تھی۔ اب میں نے اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اتنے ڈراؤنے واقعات کے باوجود میں ہوش میں تھا میرے ذہن میں آیا کہ ہو سکتا ہے یہ خواب ہو اک پنا ہو میں نے دانتوں سے اپنی انگلی کاٹی تو ہلکی سی نسکی میرے منہ سے نکل۔ ”یہ خواب نہیں حقیقت ہے بابا۔“ مردے کے منہ سے لڑکھرائی آواز نکلی اور اس نے اپنے منہ سے کفن ہٹا دیا۔ اف خدا یا اتنی بد صورت شکل میں آپیں بھرنے لگا چیخنے چلانے لگا سسکیاں لینے لگا ترپنے لگا اس کا چہرہ گوشت سے بے نیاز تھا ناک اور منہ کی جگہ گڑھے تھے جبکہ آنکھوں کی جگہ دوسرے ڈھیلے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ اسکی گرفت بدستور میرے بازو پر تھی اس لئے بھاگنے کی کوشش فضول تھی۔ کک کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟

میں نے آنکھیں میاڑے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

تمہاری ضرورت جس چیز کی تمہیں تلاش تھی وہ ہوں میں۔ اس کے جزروں سے حصول کی تمنا ایسی آواز خارج ہوئی۔ تمہیں گورکن کی تلاش تھی نہ میں ہی اس قبرستان کا گورکن ہو ں یہ سب قبوریں جو تم باہر دیکھ چکے ہو میں نے ہی کھودی ہیں اور اپنے ہاتھوں سے ہی تمام مردے دفنائے ہیں لیکن افسوس مجھے کسی نے نہیں دفنایا میں ایک کھدی ہوئی قبر میں ہی سو گیا۔ یہ قبر میری ہی ہے کاش میں بھی دفن ہو جاتا۔ اسکی ان باتوں سے میں مزید خوفزدہ ہو گیا۔ چھوڑو مجھے جانے دو میں اب کبھی بھی یہاں نہیں آؤں گا میں نے التجا میز لہجے میں کہا۔ ایسے ہی جاؤ گے؟ سنو تمہارے مطلب کی چیز یعنی پانچ سو سال پرانے مردے کی کھوپڑی تمہیں اسی قبرستان سے مل سکتی ہے۔ اس نے گویا راز دارانہ لہجے میں کہا یہ سب مردے تقریباً دس ہزار سال پرانے ہیں کیوں مردہ گورکن مردے نے پہلے مجھے اور بعد میں باہر منہ نکال کر قبروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ جواباً بہت سی سسکی، ترپتی، ہنستی اور قہقہے لگائی آوازیں ”ہاں“ میں آنے لگیں۔ میں نے اسکی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن کیا حال کہ وہ چھوڑتا رہے جاتا کہاں ہے؟ کیا میری کھوپڑی نہیں لو گے؟ ”نہیں نہیں مجھے معاف کر دو مجھے بچ جانے دو۔“

میں یار لے لو۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی بھی سے واسطہ پڑا تھا یہ کبہ کراس نے اپنا استخوانی ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر تمہارا اور دوسرے لئے کھوپڑی اس کے ہاتھ میں تھی جیسے جج لگے ہوں، یہ لو۔

اب میں کرتا کیا؟ اچانک میرے ذہن میں کچھ خیال آیا اور میرا چہرہ دک اٹھا میں نے اوپری آواز کے ساتھ آیت الکرسی کا ورد شروع کر دیا جس کے نتیجے میں گورکن مردے نے میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں ورد کرتا ہوا قبر سے نکلا اور بھاگنے کے سے انداز میں درختوں کے نیچے سے رینگتا چلا گیا۔ میرے پیچھے کفن پوش مردوں کی پوری فوج تھی جن میں سب سے آگے گورکن مردہ تھا۔ جس نے ابھی تک اپنی کھوپڑی کو اپنے ہاتھ پر اٹھایا ہوا تھا تقریباً آدھے کھٹے بعد میں قبرستان کی حدود سے نکل آیا جو نئی میں باہر نکلا انضاء فجر کی اذان سے گونج اٹھی اور میں زخموں سے غمناک حال نیچے گرا اور گرتا ہی چلا گیا۔

ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک مسجد کے پختہ فرش پر بچھائی گئی دریوں پر پایا۔ اپنے آپ کو محفوظ مقام پر پا کر مجھے حوصلہ ہوا میرے ارد گرد لوگوں کا جھوم تھا سورج نکل آیا تھا۔ ”اسے ہوش آگیا ہے کسی کی آواز میرے کانوں میں پڑی میرے ذہن میں پچھلا واقعہ گھومنے لگا۔ گورکن۔ قبرستان کا گورکن۔

میرے منہ سے ضبط کے باوجود بھی لکلا۔

جی میں ہوں قبرستان کا گورکن کیا مجھ سے ہی کام ہے؟ ایک بٹے کئے شخص نے سینے پر ہاتھ رکھ کر فریاد لہجے میں گردن اٹراتے ہوئے کہا۔ یہ سنتے ہی میرے منہ سے طویل چیخ خارج ہوئی بب بجاؤ وہ مجھے مار ڈالے گا۔ یہ سن کر وہ شخص دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ گویا اسے کرنٹ لگا ہو۔ کیا بات ہے بیٹا تم کس کی بات کر رہے ہو؟ ایک بارش بزرگ نے پوچھا گویا مسجد کا امام تھا پانی لاؤ پھر انہوں نے کسی کو حکم دیا۔ پانی پینے کے بعد میں نے شروع سے ٹیکر آخر تک اپنی داستان سنا دی۔ نہیں بیٹا وہ قبرستان آسب زدہ نہیں ہے میرے خیال میں تم جس مقصد کے حصول کے لئے نکلے وہ واقعات اسی سے منسلک ہے۔ غالباً تمہارے دوست کا آسب تمہارے کام میں رکاوٹ بن رہا ہو اور بیٹا وہ قبرستان صرف دو سو سال پرانا ہے اور ہم اس میں اپنے مردوں کو دفناتے ہیں اس میں کسی آئینی قوت کا وجود نہیں ہے۔ لو میں دم کر دیتا ہوں۔ امام صاحب کہتے چلے گئے۔ انہوں نے دم کیا تو مجھے کچھ سکون ملا گاؤں والوں نے مجھے کھانا دیا، کھانا کھانے کے بعد میں نے ان سے اجازت لی انہوں نے مجھے میرے مقصد میں کامیاب ہونے کی دعائیں دیں۔ صبح سے شام ہونے کو بھی کہ ایک اور گاؤں نظر آیا وہاں سے قبرستان کا پوچھ کر اس کی طرف چلے لگا پہلے ذہن میں آیا کہ یہ کام چھوڑوں اور گھر چلا جاؤں لیکن دوست کی حالت بھی تو نہ دیکھی جاسکتی تھی۔ اس لئے کھمبیر سناٹے اور جان لیوا سردی میں قبرستان میں داخل ہو گیا۔ جو نئی اندر داخل ہوا سرد اور تند و تیز ہوا میں چلتا شروع ہو گئیں۔ میرے پاس سردی سے بچنے کے لئے کوئی کپیل وغیرہ نہ تھا ایک پھٹی ہوئی جیکٹ جو قبرستان میں کھٹنے اور مردے کے ساتھ رہنے کی وجہ سے پھٹ چکی تھی۔

پکی سردی سے بچاؤ کا ذریعہ بھی نیٹ بھی کھٹنے کی وجہ سے کھٹنوں سے پھٹ چکی تھی بوٹ خراب ہو چکے تھے۔ کافی دور چلنے کے بعد قبریں دکھائی دیں۔ یہ قبرستان اتنا گھنا نہ تھا آسانی سے چلا جاسکتا تھا۔ اچانک کسی کی ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں میں جلدی سے ایک قبر کے پیچھے چھپ گیا۔ بہت بہادر شخص ہے یہ جو اتنی گہری اور سرد رات میں اکیلا ایسا بیٹوں کے قبرستان میں آیا ہوا ہے۔ ہاں یار اس کے پاس چلنا چاہئے ہو سکتا ہے ہماری مجبوری کا حل اس کے پاس ہو مجھے تو چلے والا لگتا ہے بھی تو غر نظر آتا ہے دوسری آواز آئی اور میرے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی میں نے غور سے دیکھا ہر قبر کے سر ہانے صلیب بنائی گئی تھی۔ اچانک ایک درخت کے پیچھے سے دو سائے میری طرف بڑھنے لگے۔ کک کون ہو تم؟ میں انہیں اپنے نزدیک دیکھ کر اٹھ کھڑا

ہوا ہم کون ہیں یہی پوچھنا چاہتے ہوں تم؟ ایک نے عجیب سی ہنسی بٹتے ہوئے کہا۔ دراصل میں اپنے جیسے انسان دیکھ کر غر سا ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنا تمام جسم سفید چادروں میں چھپا رکھا تھا صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ تو سنو ہم جیتے جانتے انسان نہیں ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں لیکن مجبور ہیں کہیں کچھ کہہ نہیں سکتے اتنا سنا تھا کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور بھی مردے دکھائی دیتے ہیں۔ کیا تم ہمارا کام کرو گے؟

کلک کیا چاہتے ہو تم؟ میں نے کانپتے ہوئے پوچھا۔
دن ہونا چاہتے ہیں ہم منوں منی تلے جانا چاہتے ہیں ہم۔ قبر میں اترنا چاہتے ہیں ہم۔ کیا تم ہمیں منی میں دباؤ گے؟ ان کی ایسی باتیں سن کر میں کانپ اٹھا۔ تم ہم دونوں کیلئے قبریں کھودو گے اس کے بدلے میں ہم تمہیں تمہاری مطلوبہ کھوپڑی دیں گے۔ ایک نے کہا۔ اوہ انہیں بھی پتہ چل گیا ہے کہ میں کھوپڑی کا متلاشی ہوں چنانچہ میں تیار ہو گیا تھوڑی دور کدال پڑی تھی میں نے اللہ کا نام لیا اور کھدائی شروع کر دی۔ تقریباً تین گھنٹوں بعد میں نے دونوں قبریں کھودیں۔ ٹھیک ہے تم یہ کھوپڑی لو اور یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔ انہوں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہاں واقعی ایک بوسیدہ سی کھوپڑی پڑی تھی۔ جونہی میں اسے اٹھانے کے لئے جھکا "میرا دل انجانے خطرے سے دھڑکنے لگا۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنس رہے تھے۔ میں نے قرآنی سورتوں کا ورد شروع کیا۔ چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ وہ دونوں مع کھوپڑی قبروں میں گرے اور دفن ہو گئے ایک بار پھر خدا نے مجھے بھالیا تھا میں نے پروردگار کا شکر ادا کیا۔ ابھی میں کھڑا کسی نئی مصیبت کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کسی نے مجھے اچھال دیا۔ میری ہڈیاں چنچنے لگیں میں کمر سہلاتا ہوا اٹھا اور اگلے ہی لمحے میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میرے سامنے وہی عامل، وہی کالے علم کا جادوگر کھڑا تھا جس نے مجھے میرے دوست کو بھانے کیلئے کھوپڑی لانے کو کہا تھا۔ کہو کیا ہوا ابھی سے بس ہوئی ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ بول پڑا۔

کیا مطلب میں سمجھا نہیں..... مطلب یہ کہ تم ابھی تک زندہ ہو افسوس ہے مجھے..... وہ قہقہے لگانے لگا لیکن مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی۔

ہٹ جاؤ اس بچے کے راستے سے..... ایک مترنم اور میٹھی آواز میرے کانوں میں پڑی اور میں نے آواز کی سمت دیکھا ایک باریش اور سبز چوٹے والے بزرگ لامٹی کے سہارے آہستہ سے چلتے ہوئے ہماری طرف آ رہے تھے تم بڑھے یہ تم

نے اچھا نہیں کیا میں کہیں دیکھ لوں گا۔ یہ کہتے ہی وہ جادوگر بھاگ گیا اور دور درختوں کے پیچھے غائب سا ہو گیا اور میں احتراماً اور شکراً باباجی کے کھینچ چھوٹنے لگا جنہوں نے مجھے بچایا تھا۔ بس بیٹا بس جھکو تو اس کے آگے جھکو جو کائنات کا پائے والا ہے مالک ہے سب کا خالق ہے سب کا سب کو دینے والا ہے کیا ہوں میں تو اس کا بندہ ہوں اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کا ادنیٰ سا غلام ہوں..... انہوں نے جذباتی لہجے میں کہا ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جو ان کے سچے مسلمان ہونے کا اظہار تھے اور میں رب کائنات کے حضور سر بسجود ہو گیا اور گڑ گڑا کر شکر یہ ادا کیا، معافیاں مانگیں دعا میں کہیں۔ آؤ بیٹا بزرگ نے مجھے ایک سمت آنے کو کہا اور میں احترام سے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ انہوں نے تمام راستہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا قبرستان کی حدود ختم ہوئیں تو تھوڑی دور ایک چھوٹا سا گھر نظر آیا۔ باباجی مجھے لے کر اس گھر میں داخل ہو گئے وہ اکیلے رہتے تھے پہلے تو انہوں نے میری ٹھیک ٹھاک تو اضع کی پھر میرے ساتھ بیٹھ گئے۔

ہاں تو بیٹا کیا نام ہے تمہارا؟ ان کے چہرے پر بہت چمک تھی۔ بی بابا..... کاشف..... کاشف بیٹا اب بتاؤ کیا بیٹی ہے تمہارے ساتھ۔ باباجی اصل میں میرا دوست، میرا بھائی بیار تھا آسب زدہ تھا۔ اس پر کالا جادو ہوا تھا..... پھر میں نے ساری کہانی سنادی۔

واہ بچے واہ تو تم بھی۔ شاک کی چالاکیوں میں آگئے۔ کیا مطلب بابا..... میں حیرت زدہ رہ گیا۔ مطلب یہ کہ تمہارے دوست پر کالا جادو کسی کے کہنے پر اسی شاک نے کیا ہے وہی شاک جس نے تمہیں کھوپڑی لانے کا کہا اب وہی تمہارا دشمن ہے۔ بابا بولے اور میرا دماغ چکر سا گیا۔ بیٹا دراصل وہ کالے علم کا بہت بڑا جادوگر ہے وہ نہ صرف جادوگر ہے بلکہ ڈرکھولا ہے ننھے ننھے بچوں کا خون چوستا ہے اس کے قبضے میں بہت آتشیں مخلوق ہے اب تمہارے ذریعے وہ مزید خوفی بنا چاہتا ہے تمہیں قبرستان میں جس کسی سے بھی رابطہ پڑا وہ سب اسی کے کارندے تھے۔ بابا نے تفصیل بتائی تو میرے دماغ میں سب کچھ آ گیا۔ شکر یہ باباجی۔ آپ نے وقت سے پہلے مجھے خبردار کر دیا ہے اب بتائیے میں اس ظالم کا کیسے خاتمہ کر سکتا ہوں۔ اوہ اچھا تو تم اسے مارنا چاہتے ہو نیک ارادے ہیں تمہارے، مجھے دیکھنے دو انہوں نے آنکھیں بند کیں، چند لمحوں بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور مسرت آمیز لہجے میں کہا مبارک ہو بیٹا تم اسے ختم کر سکتے ہو لیکن تمہیں تین روز کا چلہ کرنا پڑے گا۔ دراصل دو چلوں بعد وہ تمہارے قبضے میں آ جائے گا لیکن تم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تیسرے چلے کے بعد تمہیں مکمل اختیار ہوگا کہ اس کے

ساتھ جو کچھ چاہے مرضی کرلو۔ بابا کہتے چلے گئے پھر انہوں نے مجھے وظیفہ بتایا جو چلے میں کرنا تھا اور کوئی سوال؟ انہوں نے پوچھا۔

اور کوئی سوال نہیں باباجی۔ ہاں آپ یہ بتائیے آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں میرا مطلب ہے آپ کے گھر والے کہاں ہیں؟ میں ایک احمقانہ سوال کر بیٹھا میرے پوچھنے پر انہوں نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا بس بیٹا کچھ نہ ہی پوچھو تو اچھا ہے۔ لیکن میرا اصرار بڑھتا گیا تو انہوں نے بتانا شروع کر دیا۔ دراصل جب میں تمہاری طرح اپنی صورت اور نمود و نمائش پر توجہ دیتا جیسا کہ آج کل کے لڑکے کرتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا میں کسی بادل ہار بیٹھا اور اس کی چاہت میں ایسا پھنسا کہ میرے گھر والے مجھ سے پھڑ گئے پھر نہ تو وہ مجھے ملے اور نہ ہی میں نے شادی کی، پھر اللہ سے لگاؤ کر لیا اور اب اسی برس کی عمر میں تمہارے سامنے ہوں.....

میں جو کہ بہت مزے سے ان کی کہانی سن رہا تھا یکدم جیسے مجھے ہوش نہ رہا میں بھی دور کے ماضی میں الجھ گیا اور میری آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ کیا ہوا بیٹا تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ بابا میری کہانی بھی آپ سے چنداں مختلف نہیں ہے۔ میں پھر رو پڑا یعنی کہیں بھی کسی نے دھوکا دیا ہے۔ جی بابا ایک دن اس نے پیار سے میرا ہاتھ تھاما تھا اور سکرا کر کہنے لگی کہ تمہارے ہاتھ کتنے گرم ہیں اور گرم ہاتھ وفا کی نشانی ہوتے ہیں میں اس کی بات پر بہت خوش ہوا کہ مجھے سب کچھ بھول گیا اور اب جب سب کچھ لٹ چکا ہے تو مجھے شدت سے یاد آ رہا ہے کہ اس کے ہاتھ کتنے "سرد" تھے..... آؤ باباجی وہ بے وفا تھی سرد ہاتھوں والی تھی وہ کیونکر وفا کر سکتی تھی۔ میں رونے لگا۔ انہوں نے مجھے دلاسا دیا اور کہا بس بیٹا اس موضوع کو چھوڑ دوں میں تو ہوں جو اتنے برس صبر سے بیٹھا ہوں اب تم اسے کام پر جاؤ۔ چنانچہ میں نے ان کا شکر ادا کیا اور گھر لوٹ آیا۔ گھر والے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر میں اپنے دوست کے گھر گیا۔ انہیں تمام تفصیل بتائی ان سے اجازت لینے کے بعد میں ایک بار پھر خوفناک منزل پر روانہ ہو گیا اب جی بار مجھے کسی قبرستان میں نہیں کسی دیرانے میں جانا تھا۔ چنانچہ میں گھر سے تھوڑی دور پہاڑیوں پر پہنچ گیا اور گرد کی ذی روح کا نام و نشان نہ تھا۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے غم یاد آئی ابھی رات ہونے میں بہت وقت تھا میں ان کی یاد میں آنسو بہا سکتا تھا۔ کالج کے دنوں جب اس نے مجھ سے محبت کا اقرار کیا تھا تو وہ کتنے بھلے دن تھے۔ لیکن نبھانے اب کہاں چلی گئی تھی اس کا کچھ پتہ نہ تھا۔ میری نظروں میں وہ بے وفا بھی سنگدل بھی۔

اب اس کے بغیر میرا دل نہ لگتا تھا کچھ تو بتاتی کیا خوبصورت دن تھا وہ جب ہم نے ساون میں برسی بارش میں ایک دوسرے کے ساتھ وعدے کئے تھے۔ آہ..... اتنے میں رات ہونے لگی اندھیرا بڑھنے لگا اور میرے خوف میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ میں نے ایک جگہ تخت کی اور دائرہ لگا کر بیٹھ گیا۔ باباجی کے بتائے ہوئے کلمات ادا کرنے لگا۔ پہلے پہل تو کچھ نہ ہوا پھر اچانک چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ اچانک دھماکا ہوا اور میرے سامنے بہت سے ڈھانچے نمودار ہوئے۔ انہوں نے عجیب بے ڈھنگے انداز میں ناچنا شروع کر دیا ان کا ناچ اور گانا بہت عجیب معلوم ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ غائب ہو گئے۔ اس کے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا تمام رات گزر گئی۔

ایک دن کا چلا اور اب چکا تھا مجھے کچھ سکون تھا گھر لوٹ آیا اگلی رات پھر وہاں گیا ابھی حصار باندھ کر بیٹھا ہی تھا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی۔ یہ عام بارش نہ تھی بلکہ خون کی بارش تھی۔ یہ سب کچھ مجھے ڈرانے کے لئے کیا جا رہا تھا۔ ارد گرد کی زمین خون کی بارش سے زمین ہوتی جا رہی تھی لیکن میں حصار کے اندر محفوظ تھا جیسے اوپر سے چھتری تانی گئی ہو۔ خیر میں ورد کرنے لگا۔ اس بار بارش ختم ہوئی تو قہقہے شروع ہو گئے ساتھ ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ اس اندھیرے میں میں بے حد گھبرایا۔ اچانک دوسرے آنکھیں مجھے گھورنے لگیں۔ پھر ایک ڈراؤنی اور کان پھاڑ آواز سنائی دی۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ اور چلے ختم کر دو۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ دوسری آواز سنائی دی تمہارا دوست ہمارے پاس ہے اگر نہ گئے تو اسے دوست کی موت کا تماشا دیکھو گے۔ اس بار میں چونک پڑا لیکن ورد بند نہ کیا۔ اچانک روشنی پھیل گئی۔ لیکن صرف ایک دائرے کی شکل میں باقی سب اندھیرا تھا وہاں میرا دوست لیٹا ہوا تھا دونوں آنکھیں مجھے مسلسل گھورے جا رہی تھیں۔ اب کی بار تیز پھڑ پھڑاہٹ کے ساتھ تین چار گدھ اڑتے ہوئے آئے اور میرے دوست کے جسم سے چٹ گئے میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو اگلے لمحے میرے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔ کیونکہ میرے دوست کا سر تو سلامت تھا لیکن دھڑ بڑوں کا ڈھانچہ تھا مگر مجھے پتہ تھا کہ یہ سب دھوکا ہے میں مسلسل پڑھتا گیا۔ مجھ پر کئی اور چلے ہوئے لیکن میں نے بہت نہ باری چنانچہ پھر ہو گئی بدروحوں اور آتشیں مخلوق کی چیخوں سے ماحول گرج اٹھا۔ مبارک ہو بیٹا تم نے جادوگر کی آدمی قوت سلب کر لی ہے اب

تیسرا چلا آتا تھا تاکہ وہ منحوس ختم ہو جائے۔ اب تمہیں وہ ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا ہوشیار رہنا۔ بابا کی آواز سنائی دی نہیں انہیں آوازیں دینے لگا لیکن وہ تو کب کے جا چکے تھے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے دھکا دیا گیا اور میں پہاڑی کی چوٹی سے نیچے لڑھکتا چلا گیا۔ لیکن مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میرے گرتے ہوئے جسم کو سنبھال لیا ہو۔ ہوش آیا تو اس نے آپ کو ہسپتال میں بابا۔ میرے ارد گرد میرے گھر والے گھڑے تھے یا جو نبی فجر کی اذان آئی ہم تمہیں لینے پہاڑیوں کی طرف گئے تو تم ہمیں گرتے نظر آئے ہم نے تمہیں مزید کرنے سے پہلے سنبھال لیا۔ میرے ڈیڈی کہہ رہے تھے۔

میں نے اپنے آپ پر نگاہ دوڑائی میرا جسم بیٹوں سے بندھا ہوا تھا میں اٹھنا چاہتا تھا لیکن نہ اٹھ سکا۔ تقریباً پانچ دن بعد میں صبح ہو گیا۔ اب مجھے آخری چلہ کاٹنا تھا۔ گھر والوں نے مجھے دعائیں دیں میں کمرے سے نکلا اور ہسپتال کی راہداری سے ہوتا ہوا باہر جانے لگا۔ اچانک ایک کمرے سے جانی پہچانی آواز سن کر میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا سرت سے میرا چہرہ کھلنے لگا میرا مچلنے لگا میرا جسم مچلنے لگا میری روح کو جیسے قرار آ گیا اندر بیڈ پر میری محبوبہ میری جان ملی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ نرس چیئر پر بیٹھی تھی پہلے تو میں کھڑا رہا پھر دل کو سنبھال کر اندر داخل ہو گیا۔ آواز سن کر نرس نے پیچھے دیکھا پھر اٹھ کھڑی ہوئی جونہی میں نے نظر مجھ پر پڑی وہ اٹھنے لگی اس کے مر جھائے ہوئے چہرے پر رونق پھیلنے لگی۔ لیٹی رہیں آپ کو آرام کی ضرورت ہے نرس نے اسے کہا۔ نہیں آج مدت بعد میرا ساجن آیا ہے میں کیسے نہ بیٹھوں؟ کیوں نہ بات کروں؟ میں اس کے پاس گیا روئے لگی۔ آجین بھرنے لگی۔ سسکیاں لینے لگی میں بھی رو دیا۔ نرس تو چلی گئی میں چیئر پر بیٹھ گیا۔ کاشف مجھے معاف کر دو۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگی۔ نہیں جانا کیسی باتیں کرتی ہوں میں نے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا مجھے جھٹکا سالکا اور میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ شمن تمہارے ہاتھ اب بھی سرد ہیں کیا مجھ سے پھر سے بے وفائی کرو گی کیا؟ میں بوکھلا سا گیا۔ جان میں نے تم سے کبھی بے وفائی نہیں کی بلکہ اب میں شاید زندگی سے وفانہ کر سکوں میرے ہاتھوں کی ٹھنڈک اس بات کی علامت ہے کہ میں عقرب اس زندگی اور دنیا سے بے وفائی کرنے والی ہوں میں بہت دور جانے والی ہوں جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں پلٹ سکا میرے ساجن مجھے بلڈ کیمنٹر کیا؟ یہ یہ تم کب کیا کہہ رہی ہو؟ نہیں کہہ دو کہ یہ جھوٹ ہے مذاق ہے میں تمہیں نہیں مرنے دوں گا نہیں دور جانے دوں گا نہیں پھر نیدرلینڈ اتنی مدت بعد تو ملے ہیں کیسے چھوڑ

دوں تمہیں کہہ دو یہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ اس کی بات سن کر میں کانپ اٹھا تھا۔ کاش یہ جھوٹ ہوتا وہ تھوڑی دیر بعد پھر مخاطب ہوئی کاشف ہماری آخری ملاقات جب اس ساون میں ہوئی تو پھر مجھ پر غم کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ ساون کا سن کر میری آنکھیں بہہ نکلیں۔ کیا ہوا تمہیں؟ تم کیوں رو رہے ہو؟

یاد پھر آیا وہ گزرا ہوا ساون مجھ کو پھر میری آنکھ نے رونے کا بہانہ چاہا! شعر سن کر وہ تھوڑی مسکرائی پھر اپنی بات دوبارہ شروع کی جونہی میں گھر پہنچی ایک روح فرسا منظر میری آنکھوں کیسا نے تھا میرے می ڈیڈی اور چھوٹا بھائی کارا ایکسیڈنٹ میں مر چکے تھے۔ میں تو بے ہوش ہو گئی میری دنیا اندر میری ہو چکی تھی میری یادداشت ختم ہو گئی میں سب کچھ بھول بیٹھی تھیں بھی۔ میں انہوں کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی لوگوں نے مجھے ہسپتال ایڈمیٹ کر دیا اس دن سے اب تک یہاں ہوں۔ ڈاکٹر زکی انٹیک مٹھتوں کے بعد آج صبح طور پر میری یادداشت لوٹی ہے۔ ایک ایسا وڑ ہے یہ ایک تو تمہارا ملاپ ہوا لیکن جب میں مرنے والی ہوں اب ہم بھی ایک دوسرے کے نہیں ہو سکتے۔

کسی کو ٹوٹ کر چاہیں کہ چاہ کر نوٹیں ہمارے پاس تو اتنا بھی اختیار نہیں! زندگی کا سفر کتنے والا ہے چند گھنٹوں پر اختیار نہیں ہے میرا وہ ہچکیاں لینے لگی۔ نہیں شمن اتنا نہ رلاؤ تمہیں کچھ نہیں ہوگا میں ہوں نا میں اپنی زندگی دے کر تمہیں بچاؤں گا میں نے گویا اسے دلا سا دیا لیکن اندر سے میں بھی ٹوٹ چکا تھا پھر چکا تھا۔ زخمی ہو گیا میرا دل چھلنی ہو گیا تھا۔ میری بات سن کر وہ مسکرا دی گویا وہ میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ شمن میں نے ایک فرض پورا کرنا ہے پھر میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ خدا تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔ چند گھنٹوں بعد میں بوجھل دل لئے وہاں سے اٹھ آیا۔ گھر والوں کو میں نے کہہ دیا تھا کہ میں انہیں اسی ہسپتال میں ملوں گا میں ایک ویران جگہ پر پہنچا رات ہو چکی تھی میں نے حصار کھینچا اور ورد شروع کر دیا نچانے کتنے ہی دردناک منظر میرے راستے میں رکاوٹ بنے لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور فجر تک پڑھتا گیا فجر کی پہلی اذان کے ساتھ ہی میرے ہاتھ میں ایک ٹھٹھکے کی بوتل نمودار ہوئی اور بزرگ بابا کی آواز سنائی دی بیٹا اس بوتل میں جادو گر کو قید کر کے میرے حوالے کر دو۔ اگلے ہی لمحے جادو گر وہاں پر تھا وہ گزرا کر معافیاں مانگنے لگا اس کے جسم پر بے حد زخم تھے لیکن میں نے وہی ورد پڑھنا شروع کر دیا اس کا جسم

انکشت بھر کا ہوا اور اس بوتل میں سا گیا اور بوتل میرے ہاتھ سے غائب ہو گئی۔ خدا حافظ بیٹا تم نے اپنا فرض پورا کر دیا بابا کی آواز سنائی دی اور میں سرت سے اچھلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں ہسپتال میں تھا میرے گھر والے میرے انتظار میں تھے میرا دوست بھلا چنگا ہو چکا تھا انہوں نے میرے گلے میں پھول ڈالے اور مبارکباد دی۔ اچانک مجھے شمن کا خیال آیا اور میں اس کے کمرے کی طرف بھاگ اٹھا اندر پہنچ کر میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ میں نے گلے میں پہنے ہوئے ہار اتار چھینے اندر ڈاکٹر اس کے مردہ جسم پر چادر ڈال رہے تھے۔ شمن شمن میں پکارتا ہوا اس کے مردہ جسم کے گرد لپٹ گیا اور رونے لگا۔ شی از ڈیڈ ناؤ۔ نرس کی آواز آئی لیکن میں تو جیسے بے جان ہو گیا تھا مجھے وہ رہہ کر اکی باتیں یاد آ رہی تھیں میں دنیا کو کیسے بتاتا کہ جسے میں بے وفا کہتا تھا جسے سنگدل کہتا تھا وہ تو وفا کی دیوی ہے۔ میں اس کی عظمت کو سلام کرنے لگا۔ میں نے اسے ہاتھ اس کی نرم و نازک ہاتھوں پر رکھے تو میرے منہ سے خشکی سی نکلی اس کے ہاتھ بھی اکی وفا کو ظاہر کر رہے تھے جو تپتے ہوئے لوہے کی طرح گرم ہے۔

محترم قارئین کرام یوں سرد ہاتھ اقامت کو پہنچی اس مختصر سی کہانی میں ایک راز پوشیدہ ہے اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کون اس راز کو ظاہر کرتا ہے؟ دعا طلب (رائے شاہد منیر چک شہانہ 58/10R سلیم چوک خانوالہ)

چاند ستر کرتا رہا
چاندنی من کو جلاتی رہی
سینے میں درد ابرہا رہا
کسی کی یاد دل کو تڑپاتی رہی
پہلو میں شور چٹا رہا
دھڑکن بھی دل کی ستائی رہی
آنکھوں سے پانی رستا رہا
خالی پیاس سنبھل کر بکاتا رہی
یہ بت سنبھل کر بکاتی رہی
سرد ہوا سنبھل کر بکاتی رہی
سلسلہ یونہی چن رہا
یہاں تک کہ رات جاتی رہی
ساجد جتنا جس کو بھلاتا رہا
اتنا وہ یاد آتی رہی
(ظاہر حبیب ساجد خانزادہ موضع منوریاں تحصیل چونیں)

★ --- ★ --- ★

غزل

چھتے اشکوں سے بھی آنکھیں نہ چپکایا کرو
کالج کے کھڑوں سے اپنا دل نہ بھلایا کرو
مجھ کو فرصت ہی نہیں ملتی اپنے آپ سے
روٹنے والو آپ مجھے یاد نہ آیا کرو
کیا کوئی عداوت ہے مجھ سے
اس طرح مجھ کو نہ ستایا کرو
نرس ابھی میں اپنی زبان سے نا آشنا ہوں
جب میری سمجھ لو تو مجھے بھی سمجھایا کرو
ہر م کو سینے کی عادت ڈالو
اور میری طرح یوح مٹگٹایا کرو
کل مجھے ہارے پرندوں نے نصیحت کی مجھے
شام ڈھل جائے تو شاہد تم بھی گھر جایا کرو
محمد انور شاہد، کراڑیوالا خور

★ --- ★ --- ★

غزل

جو زندگی کو سراب کر چکا تھا
ساری تمہیں جو خواب کر چکا تھا
امیدوں کے چمن میں بسنے والوں پر
گھوں کی تک بھی جو عذاب کر چکا تھا
کھتے تھے جسے ہم ہتوں سی جاہت
وہ تو دل کو عشق کی کتاب کر چکا تھا
بے زلفی سے جس کی یہ دل جل چکا تھا
جو دھڑکنوں کو میری سزا کر چکا تھا
مجھے خواب سا لگا یہ حقیقت تھی ندیم
محبت کا وہ بھی اعمار کر چکا تھا
(ندیم عباس، وفاقی کھولی لاہور)

دل کا سکون چین کے اسباب لے گیا
ایک شخص میری نیند میرے خواب لے گیا
بوجھ کے ساری رات سحر کی تلاش میں
جانے کس کس مجھے مایہتاب لے گیا
(شہزادیں گوجرانوالہ)